بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مریم قریشی نے یہ ناول (گلاب رت کے حسین) صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کیلئے لکھا ہے۔اس ناول (گلاب رت کے حسین) کے تمام جملہ و حقوق بمعہ مصنفہ کے نام صرف اور صرف نیو ایرا میگزین (New Era Magazine) کے نام محفوظ کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا کسی بھی ادارے، ڈائجسٹ، سوشل میڈیا، ویب سائٹ یا کوئی بھی فرد بمعہ مصنف کو اس کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں شائع کرنے کی سخت ممانعت ہے۔ عمل درآمد نہ کرنے کی صورت میں قانونی کارروائی کی جائے گی۔

شکریہ

ادارہ: نیو ایرا میگزین

****

قسط نمبر: 10

از قلم مریم قریشی

خواب وہ جگہ ہے
جہاں ”ہم“ روز ملتے ہیں
ہمارے دل سنورتے ہیں
وہاں نہ کوئی ظالم ہوتا ہے
نہ کوئی مظلوم ہوتا ہے
بس ہمارے بیچ پنپتی
محبت ہوتی ہے
وہاں صرف تم ہوتے ہو
اور میں ہوتی ہوں
خواب وہ جگہ ہے
جہاں ہم روز ملتے ہیں۔۔۔!

وہ فارم ہاؤس کی پچھلی سائیڈ پر کتابیں اور نوٹس پھیلائے بڑے مگن سے انداز میں پڑھ رہی تھی۔گلاب کے باغ ویران ہو گئے تھے۔سوات پہلے جیسا اب نہیں رہا تھا۔مارچ کا اخیر تھا۔

بہار کی آمد آمد تھی۔شندانہ روز باغ میں جاتی دوپٹہ بھر کر گلاب کے پھول توڑتی اور نیچے وادی میں بچوں کو تقسیم کر دیتی تھی۔اور چپکے سے دعا مانگتی کہ

اے میرے خدا!میرا دل ٹھہر جائے۔وہ سب زیر لب کی گئ دعا کے جواب میں زور و شور سے آمین کہتے تھے۔اور مدرسے میں پھولوں والی باجی کے لیے دعا کرنا نہ بھولتے تھے۔یہ دل تھا کوئ کھلونا تھوڑی تھا کہ بہل جاتا۔مانا کہ وقت بہت بڑا مرہم ہے۔مگر صبر تو آتے آتے آتا ہے۔

وہ تمام رونقیں اب خواب ہو گئ تھیں۔شندانہ ایک کامیاب اداکار بن گئ تھی۔اس محبت نے اسے اداکاری کرنا تو خوب سکھا دیا تھا۔وہ جانتی تھی کہ یہ محبت ایک ناسور ہے۔جو لاکھ چاہے علاج کرو وقتی طور پر کم تو ہو جاتا۔ہے مگر ختم نہیں ہو پاتا۔اس چند دنوں کی محبت نے زندگی کے سارے سبق ازبر کروانے شروع کر دیئے تھے۔

شندانہ نے اب ڈی پی بدل دی تھی۔وہاں اب گلاب کے مرجھائے ہوئے پھول لگے ہوئے تھے۔فرحین چند دن رہنے کے بعد چلی گئ تھی۔تو بس معمول کی روٹین جاری تھی۔

ابراہیم سمجھ گیا تھا کہ شندانہ کی ناراضگی بجا تھی۔اس کی محبت بھی دن بند مرجھا رہی تھی۔نہ شندانہ فون آن کر رہی تھی اور نہ ہی آن لائن آتی تھی۔یا تب آتی تھی جب وہ آف لائن ہوتا تھا۔وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ جسطرح وہ دل برداشتہ اور ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ یہاں سے گئ تھی وہ ایک میسنجر پر میسج کرنے سے نہیں مانے گی۔بلکہ اسے اُلٹا بلاک کر دے گی۔

وہ اس کی ٹائم لائن اور پینٹنگ دیکھنے سے بھی جائے گا۔اب ان حالات میں اس کی ٹائم لائن ہی کچھ جاننے کا ذریعہ تھی۔ تحریم سے صرف سرسری حال چال ہی پوچھ سکتا تھا اور کچھ خاص تو نہیں۔شندانہ بھی جیسے جان گئ تھی۔اس نے اسٹیٹس لگانا چھوڑ دیئے تھے۔ٹیگ پوسٹ پر بھی وہ کمنٹ نہیں کرتی تھی۔

ابراہیم کو پہلی بار اندازہ ہوا تھا کہ ترسنا کس کو کہتے ہیں۔وہ شندانہ کی باتوں کو اس کی ہنسی اور یہاں تک کہ اس کی آواز تک کو ترس گیا تھا۔روز دیکھنا تو پہلے بھی نصیب میں نہیں تھا،وہ جو سماعت اور پیغامات بھیجنے کا عارضی سلسلہ شروع ہوا تھا،وہ بھی بغیر کسی بحث کے ختم ہو چکا تھا ۔بس روکھے پھیکے سے دن تھے۔ان سب میں یہ ہوا تھا کہ وہ ہما سے مزید کنارہ کشی اختیار کر گیا تھا۔دن میں ایک بار فون پر چند منٹ کی کال ملا لیتا تھا۔ہما اسے ابراہیم کی مصروفیت گردان رہی تھی مگر وہ واقعی اس سے متنفر ہو رہا تھا۔

اس صورتحال میں صرف ابراہیم یا شندانہ قصوروار نہیں تھے ہما بھی برابر کی تھی۔ابراہیم اس کی بچپن کی محبت تھا۔اس نے ابراہیم کی محبت کسی پاکیزہ چیز کی طرح اوڑھ تولی تھی، مگر اسے سمجھ نہیں پائی تھی۔اسے نے سرتا پیر ابراہیم کی محبت سے خود کو ڈھانپ لیا تھا مگر اس کی عادتوں اور مزاج کو نہیں اپنا پائی تھی۔وہ اپنی محبت کی مستی میں مگن تھی، جبکہ اسے ابرا ہیم کا خیال ہونا چاہیے تھا۔ہاں ابراہیم کی نگاہ پہلے دن ہی بھٹک گئ تھی۔ لیکن ہما جو اسے پانے کی چاہ میں اتنی مدہوش تھی کہ وہ جس ابراہیم کو 25 سال سے دیکھتی آرہی تھی وہ وہ نہیں رہا تھا،بدل گیا تھا۔ابراہیم پہلی نظر میں محبت کا شکار ضرور ہوا تھا،لیکن وہ عشق نہیں تھا۔اسے

جب ہما میں اپنے پسندیدہ کوائف نہیں ملے تھے تو وہ غیر محسوس طریقے سے شندانہ کی طرف کھنچتا چلا گیا تھا۔ ہما میٹھے چشمے کی سی تھی، اس کا حسن چاندنی جیسا تھا ٹھنڈک بخشتا ہوا، دھیمے سے اثر کرنے والا۔

مگر شندانہ بھری ہوئی ندی تھی، شندانہ کا حسن گھائل کر دینے والا تھا۔ مقابل کو پہلی نظر میں چاروں شانے چت کر دینے والا۔ ہما کی "Personality" کافی "Groomed" اور "Stable" تھی۔

مگر شندانہ کے مزاج میں سادگی، بے ساختگی اور شوخی تھی۔ اور ابراہیم ان اوصاف کا تمنائی تھا۔ تو نتیجہ یہی نکلنا تھا کہ اب ایک "Barmoda Triangle" بن چکی تھی۔ جس کے تینوں سرے شہر محبت کے جاندار کرداروں سے پر تھے۔ دو تو محبت میں آگاہی کا عذاب جھیل رہے تھے، اور ایک مست تھا، بے خود تھا، مدہوش تھا۔ انسان کو اتنا بھی مست نہیں ہونا چاہیے کہ اس کے ہاتھوں سے سب نکل جائے اور وہ امن و چین کی بانسری بجائے خوش کن خیالات کے سہارے بیٹھا رہے، مگر ہما ایسی تھی۔

ابراہیم عشق میں اس مقام پر آچکا تھا کہ اگر درمیان میں ہما کی یہ حالت نہ ہوتی تو وہ اسے خود جا کر میکے چھوڑ آتا۔ مگر وہ کچھ تقدیر کے ہاتھوں بے بس تھا، کچھ خون کے رشتوں کا لحاظ تھا اور کچھ اقدار آڑے آرہی تھیں۔ وہ پہاڑ جیسے حوصلے رکھنے والا مرد دو عورتوں کے بھنور میں ریزہ ریزہ ہو کر بکھر رہا تھا۔ ایک تو سرے سے انجان تھی اور جو جانتی تھی وہ خود انجان بن رہی تھی، اس میں قصور شندانہ کا بھی نہیں تھا اس کی نفسیات ہی ایسی تھی۔ وہ اپنی پسندیدہ ڈش

تک کبھی دوسرے سے شئیر نہیں کرتی تھی۔ یہ تو پھر محبت کا معاملہ تھا۔ اسے ابراہیم چاہیے تھا تو پورا چاہیے تھا۔ اسے یہ چند لمحوں کی بھیک میں ملی ہوئی محبت نہیں چاہیے تھی۔ نہ وہ دوسری عورت بننا چاہتی تھی اور نہ ہی وہ ہما کا گھر توڑنا چاہتی تھی۔ اسلیے اس نے تمام رابطے توڑ دیئے تھے۔ لیکن محبت پر اس کا اختیار نہیں تھا۔ وہ ابراہیم کی وجاہت سے زیادہ اس کی محبت کی تپش کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔ حسن کی نہ اس کے پاس کمی تھی نہ اس کے خاندان کے پاس۔ یہ ابراہیم کی کھری محبت تھی جس نے شدانہ جیسی لڑکی کو محبت کی پر پیچ راہ پر لا کھڑا کیا تھا یا شاید تقدیر کی طرف سے ایسا ہونا لکھا تھا۔ بہر حال جو بھی تھا، شدانہ اور ابراہیم دوہری ازیت کا شکار تھے۔ اور یہ ازیت اس وقت بڑھ جاتی تھی، جب وہ کسی اور سے اس بارے میں بات بھی نہیں کر سکتے تھے، لبوں پر قفل تھے۔ دل میں یادوں کا آتش فشاں تھا جو ہمہ وقت پھٹتا رہتا تھا۔ آنکھوں میں مسلسل نمی تھی۔ لیکن چہرے کامیاب اداکاری کر رہے تھے۔ محبت نے دو صاف گو لوگوں کو اداکاری اور منافقت سکھا ہی دی تھی۔ ایسے ہی تو اس محبت کو بیرن نہیں کہا گیا، یہ چین و قرار لوٹنے کی بھرپور طاقت رکھتی ہے۔

"بھابھی آئیں نیچے بہار کی پہلی بارش ہے آپکی یہاں۔۔۔۔۔" شدانہ فارم ہاؤس کی پچھلی جانب تحریم کو کھینچ کر لا رہی تھی۔ ابھی رم جھم ہی شروع ہوئی تھی۔ تحریم گھبرا رہی تھی۔ اسے بارش میں نہانا کبھی اتنا مرغوب نہیں رہا تھا۔ وہ بس بارش دور سے دیکھ کر خوش ہو جانے

والوں میں سے تھی۔ وہ لکڑی کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئ تھی۔ جبکہ شدانہ باہر چلی آئ تھی۔
جب بارش کی شدت بڑھنے لگی تو وہ پھر آندر آ گئ تھی۔
"اللہ کرے کل تو بس رم جھم ہو۔۔۔۔۔" اس نے صدق دل سے دعا کی تھی۔

موسم آج بڑا سہانا تھا۔ سمل امی سے دو گھنٹے کی بحث کے بعد گھر سے نکلی تھی۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی اور آسمان پر کہیں کہیں بادل تھے۔ اس نے آج آسمانی رنگ کا کرتہ پہن رکھا تھا ساتھ میں بلیک کاٹن کی پینٹ۔ گلے میں حسب معمول سیاہ پلین اسٹولر تھا۔ بالوں کا ڈھیلا ڈھالا جوڑا بنائے وہ خوش باش نظر آتی تھی۔ آج وہ اسٹریٹ فوڈ کور کرنے کے لیے نکلی تھی۔ رضا کو آفس سے لینے کے بعد ہی وہ جا پاتی کیونکہ اسے رات ہو جانی تھی اور پھر امی نے گھر آسمان پر اُٹھا لینا تھا۔ اگر رضا ساتھ ہوتا تو وہ لیٹ بھی ہو جاتی تو خیر تھی۔

"آ گئ تم۔۔۔" رضا نے اس کی سیٹ سنبھال لی تھی۔

وہ وہ دوسری طرف سے بیٹھ گئ تھی۔

"ہاں لیکن آج کوئ ڈرامہ مت کرنا۔ اب ضروری نہیں کہ ہر وقت کوئ شریف اور معصوم میجر مجھے لفٹ دے۔۔۔" وہ بولی تھی۔

"ویسے تم نے اس نیک انسان کا نمبر نہیں لیا جو تمہیں شرافت سے شہر کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک ڈراپ کر گیا تھا۔۔۔" سفید ٹی شرٹ میں ملبوس رضا بولا تھا۔

"مجھے اس دن اتنی ایکسائٹمنٹ تھی تم سے شرط جیتنے کی کہ میں نے صرف اس کا نام ہی پوچھا تھا۔۔۔" سمل بولی تھی۔

"اففف تمہارے یہ کام۔۔۔" رضا بڑبڑایا تھا۔

طلحہ خاور اور ابراہیم کو زبردستی یہاں اسٹریٹ فوڈ کھینچ لایا تھا۔ موسم بہت اچھا تھا اور وہ لوگ بھی فارغ تھے۔ خاور چونکہ دوپہر کا کھانا مسلسل پینتالیس منٹ تک کھاتا رہا تھا اس لیے وہ آنا نہیں چاہ رہا تھا۔ وہ بس نیٹ سرفنگ سے پالتو جانوروں کے بارے میں معلومات لینا چاہتا تھا۔ اور جہاں تک بات تھی ابراہیم کی تو وہ آج کل پھر سے آدم بیزار بن گیا تھا۔ درمیان میں کچھ عرصہ جو وہ نارمل رہا تھا تو سب کو یقین ہونے لگا کہ ابراہیم بدل گیا ہے۔ مگر وہ پہلے سے بھی زیادہ Rigid ہو رہا تھا۔ طلحہ اور خاور کہاں اسے خاطر میں لاتے تھے۔ ہر جگہ کھینچ کر لے جاتے تھے۔ کل وہ لوگ 23 مارچ کی تقریب کے سلسلے میں راولپنڈی ہیڈ کوارٹرز جا رہے تھے۔ ان تینوں کی پروموشن بھی ہونی تھی۔

"یار وہ دیکھو سامنے وہ رہی سمل۔۔۔" خاور نے طلحہ سے کہا تھا۔ وہ اس وقت بغیر چھت والی جیپ میں تھے اور یونیفارم کے بغیر تھے۔

ابراہیم نے بھی سامنے دیکھا تھا۔

سمل بات کر رہی تھی اور ساتھ میں رضا کیپچر کر رہا تھا۔

"پر اس کے ساتھ یہ ہینڈسم لڑکا ہے کون۔۔۔" خاور کی زبان میں پھر کھجلی ہوئی تھی۔

"یہ اسکا کزن ہے رضا دونوں ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔ یہ شوق مشترکہ ہے ان کا..." طلحہ نے کہا تھا۔

"اللہ کرے صرف شوق ہی مشترکہ ہو کہیں ایک دوسرے کو دل نہ دے بیٹھے ہوں یہ۔۔۔" ابراہیم بولا تھا۔

"بندہ کی اگر شکل سوادکی نہ ہو وہ کم از کم بات ہی سوادکی کرلیتا ہے۔۔۔۔" طلحہ چیخا تھا۔

"تم بڑے آئے وحید مراد، بھینگی آنکھیں دیکھی ہیں کبھی شیشے میں۔۔۔۔" ابراہیم نے جھٹ منہ کھولا تھا۔

"چلو ہم بھی پکوڑے کھانے چلتے ہیں۔ ہو سکتا ہے اس بہانے سمل بی بی پہچان لے طلحہ کو۔۔۔" خاور بولا تھا۔

"ہر بات میں تم اپنا کھانا گھسیڑ دیا کرو۔۔۔۔" ابراہیم نے اسے لتاڑا۔

"اُفف تم لوگ بحث کرتے رہنا وہ چند منٹ کا کلپ بنا کر چلتی بنے گی، ہوا کے گھوڑے پر سوار رہتی ہے یہ ہر وقت۔۔۔۔" طلحہ نے کہا تھا۔

خاور گاڑی آگے بڑھا کر لے گیا تھا۔ انہوں نے پکوڑوں کا آرڈر دیا تھا۔

سمل یونیورسٹی کی لڑکیوں سے پکوڑوں کی ہسٹری کنگھال رہی تھی۔

"سبحان اللہ یہاں آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے۔ ایک بلیوں کو سنبھالے گا اور ایک کیمرے کو، لو بھئی! کام تمام۔۔۔" ابراہیم دل جلانے والی مسکراہٹ لبوں پر سجا کر بولا۔

"شہزادے! جب سے خانپور سے آیا ہے مرچیں لگی رہتی ہیں، کہیں انکل نے سبز مرچوں سے خاطر داری تو نہیں کی تھی۔"

خاور نے اسے تپایا تھا۔

"بکواس بند کرو۔۔۔"طلحہ نے کہا تھا۔

اس کا چہرہ کسی فائیو اسٹار جرنل کی طرح چمک رہا تھا۔

سمل اب ان کی طرف آرہی تھی، پھر اس نے غور سے دیکھا تھا۔

"ارے آپ وہی ہیں نالفٹ والے میجر طلحہ۔۔۔"سمل نے مسکرا کر پوچھا۔

"جی بالکل۔۔۔۔۔"طلحہ نے باچھیں خوامخواہ پھیلالی تھیں۔

پھر اس نے ابراہیم اور خاور کو دیکھا تھا۔

"یہ دونوں میرے دوست ہیں۔۔۔"طلحہ نے بتایا تھا۔

"میجر ابراہیم۔۔۔"ابراہیم نے کہا۔

"میجر خاور۔۔۔"خاور نے مسکرا کر کہا تھا۔

"کیا میں آپکے چند منٹ لے سکتی ہوں۔۔۔"وہ بولی تھی۔

"ہاں کیوں نہیں۔۔۔"طلحہ جھٹ سے بولا مبادا وہ کہیں چلی نہ جائے۔

ابراہیم اور خاور بہت مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کیے بیٹھے تھے۔

"رضا ان سے ملو یہ وہی میجر طلحہ ہیں۔۔۔"سمل نے رضا سے تعارف کروایا تھا۔

"آپ دونوں اند آجائیں۔یوں باہر ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔۔۔"خاور نے کہا تھا۔

سمل اور رضا بیٹھ گئے تھے۔

طلحہ کا منہ بن گیا تھا۔

"یہ دم چھلا ساتھ لگائے بغیر بھی تو ڈا کو مینڑی بن سکتی ہے سمل بی بی۔۔۔" طلحہ بڑبڑایا تھا۔

"پاگل لڑکی ذات ہے اوپر سے خوبصورت بھی ہے، اکیلی پھرتی رہے صبح وشام۔۔۔" خاور نے آہستہ آواز میں کہا تھا۔ طلحہ چونک اٹھا تھا۔

سمل اب ابراہیم کا انٹرویو لے رہی تھی۔ خاور نے پکوڑوں کی ڈش پیچھے بڑھائی تھی۔

طلحہ کا بس نہ چلتا تھا کہ ابراہیم اور رضا کو غائب کر کے خود پیچھے بیٹھ جائے۔

"نہ مر ایک دن موقع مل جائے گا تجھے ساتھ بیٹھنے کا۔۔۔۔۔" ابراہیم نے طلحہ کو ٹیکسٹ کیا تھا، وہ دانت پیس کر رہ گیا۔ بیچارہ اس کے علاوہ کر بھی کیا سکتا تھا۔

"لگتا ہے آپ دونوں کی خاصی بنتی ہے۔۔۔" خاور نے گٹ پٹ ابراہیم اور رضا سے بولتی سمل سے پوچھا تھا۔

"ہماری ی ی ی ی۔۔۔۔" جواب رضا کی طرف سے آیا تھا، سمل بھی مسکرا دی۔

"نہیں بلکہ ہم تو جانی دشمن ہیں، یہ تو پاپا مجھے کیمرہ لیکر اکیلے کہیں نہیں جانے دیتے۔ اور رضا کو بھی شوق ہے ویڈیوز بنانے کا تو اس کو آفس کے بعد جو ٹائم ملتا ہے ہم کہیں نہ کہیں نکل جا تے ہیں۔۔۔" سمل نے تفصیلاً جواب دیا تھا۔

لفظ جانی دشمن سن کر طلحہ کو کچھ تسلی ہوئی تھی۔

"زیادہ دانت نہ پھاڑ جو ایک دوسرے کے جانی دشمن ہوتے ہیں وہ بعد میں دشمن جاں بن جاتے ہیں۔۔۔۔"ابراہیم نے ٹیکسٹ کیا تو طلحہ کا فیوز اُڑ گیا تھا۔

"آج کی شام بہت اچھی رہی۔ آپ لوگوں سے مل کر بہت مزہ آیا۔۔۔۔"رضا بولا تھا۔

"ہاں اب آپ لوگ عدہ کریں کے ایک ڈاکو مینٹری بناؤں گی میں آرمی پر تو آپ مدد کریں گے۔۔۔۔"سمل نے فوراً وعدہ لینا چاہا تھا۔

"شیور۔۔۔"ابراہیم نے کہا تھا۔

وہ بچوں کی طرح خوش ہو گئی تھی۔ رضا ان سے فون نمبر لیکر گاڑی سے اتر آیا تھا۔ پیچھے سمل بھی اتر آئی۔

"آسانی کرتے والیے منڈا تیری راہ ویکھدا نی۔۔۔۔"خاور گاڑی چلاتے ہوئے گنگنایا تھا۔

"دفعہ ہو جاؤ تم لوگ ایک منٹ جو مجھے موقع دیا ہو، بکواس نہیں بند ہو رہی تھی تم دونوں کی۔۔۔۔"طلحہ چیخا تھا۔

"لگتا ہے تجھے بھائی زون کر گئی ہے وہ۔۔۔"ابراہیم نے اسے پھر تپایا تھا۔

"تیرا تو میں گھر پہنچ کر حشر کروں گا۔۔۔"اس نے بے بسی سے کہا اور چلتی جیپ سے باہر کے مناظر دیکھنے لگا۔

"ویسے اچھی لڑکی ہے۔ زرا شوخ ہے پر اچھی ہے جچے گی اپنے یار کے ساتھ۔۔۔"خاور نے تجزیہ کیا تھا۔

"ہاں بچے گی، اللہ کسی کو نامراد نہ کرے۔۔۔۔"ابراہیم نے دل چیرتے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔۔

"آمین۔۔۔"وہ دنوں بولے تھے۔وہ اپنی ترنگ میں تھے اس لیے ابراہیم کا ٹوٹا ہوا لہجہ محسوس نہیں کر پائے تھے۔

"ویسے اچھے تھے تینوں دوست۔۔۔"سمل نے رات کے کھانے پر تبصرہ کیا تھا۔

"Too much dashing and civiliezed people"رضا بولا تھا۔

"کم از کم عامیانہ نظریں نہیں رکھتے۔۔۔"سمل بولی تھی۔اس کے نزدیک ایک مرد کی شرافت کا سب سے پہلے اندازہ اس بات سے ہوتا تھا کہ وہ غیر عورت کو گھورتا ہے یا نہیں۔ بہر حال یہ ایک حقیقت ہے۔ نظر کی حفاظت ہی ایمان کی حفاظت کرتی ہے۔وہ چونکہ ڈاکو مینٹریز بنانے کے لیے باہر جاتی تھی۔تو اسے اندازہ ہو جاتا تھا کہ کون کیسا ہے۔

"پھر کیا خیال ہے۔۔۔"رضا بولا تھا۔

"کس بارے میں۔۔۔"وہ پانی پیتے ہوئے بولی تھی۔

"فوجی منڈا۔۔۔۔۔"رضا نے شریر لہجے میں کہا تھا۔

"اففف ابراہیم میریڈ ہے۔اور خاور مجھے کہیں کمیٹڈ لگتا ہے۔رہا طلحہ تو وہ مجھے بہت شریف لگا ہے۔۔۔"سمل نے حسب معمول اپنا تجزیہ پیش کیا تھا۔

"ہاں نہ شرافت اور شیطانیت، ویسے جوڑ کمال کا ہے پیاری۔۔۔" رضا نے کہا تھا۔

"پہاڑی نیولے تمہارے منہ پر یہ لفظ نہیں جچتا، وہ بھی اس صورت میں جب ابلیس تم سے مشورے لینے آتا ہو۔۔۔" وہ بھی کسی سے کم تھی کیا۔

"اچھا ویسے قابل غور بات ہے۔۔۔۔" رضا کی کال آنے لگی تو وہ بات سمیٹتے ہوئے اُٹھ گیا تھا۔ آج بھی سب ڈنر کر کے جا چکے تھے۔ لیکن وہ دونوں اپنی لڑائی کا کوٹہ پورا کر کے ہی رات میں سوتے تھے۔

"فوجی منڈا۔۔۔" سمل کے کانوں میں جیسے رس گھلنے لگا تھا۔

"افففف یہ رضا تو ہے ہی فساد کا بوٹا۔۔۔" اس نے سر جھٹکا اور کچن میں گرین ٹی بنانے چل دی۔

سوات ویسا ہی تھا، نیازی منزل بھی وہی تھی، مگر دل وہی نہیں تھا نا۔ وہ تو کہیں دور ایک فوجی کے پہلو میں اٹک گیا تھا۔ اور ایسا اٹکا تھا کہ شب و روز گزارنا محال لگنے لگا تھا۔

شندانہ کی دعا قبول ہو گئی تھی اور آج صبح سے رم جھم تھی۔ اس کا موڈ کچھ بہتر ہو گیا تھا۔

فارم ہاؤس کی پچھلی جانب وہ شام کے وقت جوتے اتارے ہلکی پھلکی رم جھم سے لطف اندوز ہوتی ارد گرد سے بے خبر تھی۔ کالے رنگ کے پلین جوڑے پر وہ مہرون چنری اوڑھے گول گول چکر کاٹ رہی تھی۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے رکتی پھر کھکھلا کر گھومنے لگتی تھی، بلا آخر

پندرہ منٹ کے اس کھیل کے بعد وہ اس جھولے پر بیٹھ گئ۔اور آنکھیں بند کیے مدھم سی مسکان کے ساتھ گنگنانے لگی۔

آئے موسم رنگیلے سہانے۔۔۔۔

آئے موسم رنگیلے سہانے۔۔۔

تو چھٹی لے کے آجا بالما۔۔۔۔

تحریم نے دور سے تھوڑا سا کیپچر کیا تھا۔

اور جھٹ سے اسٹیٹس لگا دیا۔

شندانہ کی پشت کی تصویر تھی۔

"شندانہ بی بی بالما کو بلاتے ہوئے۔۔۔" اور ابراہیم نے بائے چانس اسٹیٹس دیکھا تھا۔

"چلو کوئی تو خیر خبر ملی کوئے یار سے۔۔۔"

وہ بڑبڑایا تھا۔

"وہ عادی ہو گئ ہے شاید، مجھے بھلا کر جینے کی کوشش کر رہی ہے"

لیکن یہ کیسے ہو سکتا تھا۔ابراہیم کے جذبات انمول تھے۔وہ خالص اور سچے تھے۔شندانہ کہاں بھلا سکتی تھی۔وہ بس جینا سیکھ رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد پھر دیکھا تو چند سیکنڈز کی ویڈیو تھی جس میں وہ صبح روشن سی لڑکی گھوم رہی تھی ۔ابراہیم نے چونکہ غور سے شندانہ کو دیکھ رکھا تھا تو پہچان گیا تھا۔ورنہ وہ بہت مبہم ویڈیو تھی

۔بس ایک ہیولہ سا ہلتے ہوئے محسوس ہوتا تھا۔بہت دور سے ریکارڈ کی گئ تھی۔وہ اس وقت راولپنڈی تھے۔پرسوں 23مارچ کی تقریب تھی۔

"آج تحریم اور یہ خاصا انجوائے کر رہی ہیں۔۔۔۔"اس نے خود کلامی کی تھی۔اور مسکرا دیا۔ ان حبس زدہ دنوں میں کوئ روشن دان تو مل ہی گیا تھا۔شاید خدا کو ابراہیم پر رحم آ گیا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ شام میں تحریم کو کال کرے گا،وہ پہلے بھی کبھی کبھار کر لیا کرتا تھا۔

"شندانہ کہاں غائب ہو۔۔۔۔"یاور نے اند آتے ہوئے پوچھا تھا۔

"میں یہیں ہوں۔۔۔۔"کچن سے پاستا کی ٹرے لیے وہ جھٹ سے ڈرائنگ روم میں آئ تھی ۔"ہائے اللہ اتنے عرصے بعد شندانہ بی بی کے ہاتھ کا بنا ہوا پاستا کھانے کو ملے گا۔۔۔"یاور کے تو منہ میں پانی بھر آیا تھا۔

تحریم کھکھلا کر ہنس دی۔

"اللہ یاور بات تو آپ ایسے کر رہے ہیں جیسے کبھی پاستا کھایا نہ ہو۔۔۔۔"تحریم نے کہا تھا۔

"یہ دونوں جنگلیوں کی طرح لڑیں گے اب دیکھ لینا۔۔۔"گل مکئ بولی تھیں۔

"شندانہ وہ پیچھے دیکھو بچھو۔۔۔"یاور نے کہا تھا۔

"وہ جیسے ہی مڑی وہ ڈش لے اڑا۔۔۔"تحریم اور گل مکئ ہنس دی تھیں۔

"اففف اللہ۔۔۔۔۔"وہ چیخی تھی۔

اب یاور آگے آگے شندانہ پیچھے پیچھے۔ تحریم کے ہاتھ درست شغل لگا تھا۔وہ ویڈیو بنانے لگی تھی۔بس آج کے ڈیجیٹل دور میں ہر چیز کیمرے کی آنکھ میں محفوظ ہونے لگی ہے۔

"ویسے معصوم لڑکی سے چھینتے ہوئے بندہ زرا شرم ہی کر لیتا ہے۔۔۔"وہ چیخی تھی۔

"کون معصوم اور شرم کیسی۔۔۔"یاور نے ایک بڑا سا چمچ لیا تھا۔

"بھائی تحریم بھابھی سے کہیں وہ بنا دیں گی،مجھے بہت بھوک لگی ہے۔۔۔"شندانہ نے زور سے پاؤں فرش پر مارا تھا۔

"ہائے لیکن اُس میں یہ مزہ کہاں ہو گا۔۔۔"یاور نے کہا تھا۔

"میں بتا رہی ہوں نتائج کے زمہ دار آپ خود ہوں گے۔۔۔"وہ لال پیلی ہو رہی تھی۔

"اچھا بیٹا لڑنا بند کرو اور دونوں بیٹھ کر کھا لو ساتھ۔۔۔"شایان نیازی اندر داخل ہوتے ہوئے بولے تھے۔

"پاپا مجھے بھوک لگی ہے۔۔۔۔"وہ منہ بسورتے ہوئے باپ کے گلے لگ گئی تھی۔

"اچھا آجاؤ شندانہ مل کر کھاتے ہیں۔۔۔"یاور نے کہا تھا۔

"اچھا خاصا تو ٹھونس لیا ہے۔۔۔۔"وہ پلیٹ میں ڈالتے ہوئے بولی تھی۔

"چلو شکر ہے شندانہ بی بی بھی واپس اپنی جون میں لوٹیں ورنہ ہم تو سمجھے تھے کہ خاموش ہو گئی ہیں آپ۔۔۔"گل مکئی بولی تھیں۔

"پاپا۔۔۔۔"اس نے پھر منہ بسورا تھا۔

"میری بچی کو تنگ نہ کرو آپ لوگ۔۔۔۔"انہوں نے سفارش کی تھی۔

"بھابھی بس کر دیں آئیں چکھ لیں، یہ یاور بھائی پاستہ کے دشمن ہیں۔۔۔" شندانہ نے کہا تھا۔

تحریم سر ہلا کر بیٹھ گئی اور کیمرہ آف کر دیا تھا۔

"بیٹا آپکا دل تو لگ گیا ہے یہاں۔۔۔" شایان نیازی کا رخ اب تحریم کی جانب تھا۔

"جی الحمدللہ لگ گیا ہے۔۔۔۔" تحریم بولی تھی، خوشی اس کے انگ انگ سے ٹپک رہی تھی

۔

یاور نے مسکراتے ہوئے نظر اُٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"ڈریکولا کے سائز جیسے چمچ لیتے ہیں آپ۔۔۔" شندانہ نے تن دہی سے کھاتے ہوئے یاور کو ٹوکا تھا۔

"تم نظر لگاؤ گی اب بھائی کو۔۔۔" گل مکئی نے اسے گھوری سے نوازا۔

"کہیں نظر لگ ہی نہ جائے۔۔۔" شندانہ بولی تھی۔ سب کھلکھلا کر ہنس پڑے تھے۔

"اللہ ہمیں نہ آئیں یہ چالاکیاں، یہ شہری لڑکیاں گنوں کی پوری ہوتی ہیں۔۔۔" روزی نے کہا تھا۔

"چپ کر کوئی سن لے گا۔۔۔" سلمٰی نے روکا تھا۔

"کوئی نہیں آتا یہاں، اس جادوگرنی نے سب کو اپنے قابو میں کر رکھا ہے۔۔۔" روزی بولی تھی۔

"تم ماسی کے گھر ہی ٹھیک تھی، یہاں آنا تو بنتا ہی نہیں تھا تمہارا۔۔" سلمٰی نے گوشت کی ٹوکری سلیب پر رکھی تھی۔

"ہہنہ۔۔۔" روزی نے منہ بنایا۔وہ یاور اور تحریم کے آنے سے ایک دن پہلے ساتھ والے گاؤں میں اپنی ماسی کے گھر چلی گئی تھی۔ماسی بیمار تھی،اس کے بچے چھوٹے تھے تو روزی کو تیمارداری کے لیے بلوایا تھا۔اس لیے روزی کو آج موقع ملا تھا کہ وہ دل کی بھڑاس نکالے۔

"ویسے تیرے ساتھ کیسی ہے یہ آفت۔۔۔" روزی نے پیاز کاٹتے ہوئے پوچھا تھا۔

"بہت اچھی ہے اخلاق کی، کپڑے بڑے پیارے پہنتی ہے۔۔۔۔۔" سلمٰی تو جیسے تعریف کے لیے تیار بیٹھی تھی۔

"ندیدی شدانہ ہر وقت تجھے نئے کپڑے دیتی رہتی ہے، پھر بھی تو نے اس کے آتے ہی کپڑوں پر نظر رکھنی شروع کر دی۔ تا کہ کل کو تجھے یہاں سے بھی مل سکیں۔۔۔" روزی نے سلمٰی کو لتاڑا تھا۔اس کا بس چلتا تو سلمی کو کچا چبا جاتی۔

"جلتی رہ تو۔۔۔" سلمٰی نے ترنگ میں کہا اور ہانڈی چڑھا دی تھی۔

روزی کا چہرہ سیاہ ہو گیا تھا۔

"محبت پتا نہیں بعض اوقات اتنی کم ظرف کیوں ہو جاتی ہے۔۔۔" وقت نے ٹوکنا ضروری سمجھا تھا۔

"کیوں کہ میرے مکین انسان ہیں، اور انسانوں کے جذبات ہوتے ہیں۔انسان ریت مٹی سے نہیں گوشت پوست سے بنے ہوتے ہیں۔۔۔" کھلی کھڑکی سے جھٹ سے جواب آیا تھا۔

"دلیل تو جیسے تمہارے آگے ہاتھ باندھے کھڑی ہوتی ہے۔۔۔" وقت نے کہا تھا۔

محبت سر جھٹک کر آگے بڑھ گئی۔ جیسے وقت لاعلاج ہو۔

میری کی طبیعت اب کچھ سنبھل گئی تھی۔ پر وہ اب خاموش تھی۔ وہ نوشیر واں کی بیزاری کا سبب جان گئی تھی۔ نوشیر واں آج کل ہر وقت اخلاقیات نبھانے کے درپے تھا۔ میری سمجھ رہی تھی کہ وہ صرف ترس کھا رہا ہے۔

"اب خاموشی توڑ بھی دو تم۔۔" نوشیر واں بولا تھا۔

"کیوں۔۔۔" میری بدلحاظ ہوئی تھی۔

وہ گھبرا گیا۔ کیونکہ آج سے پہلے میری کا صرف مہربان روپ ہی دیکھا تھا۔

"کیا بات تمہیں پریشان کر رہی ہے۔۔۔" اس نے پوچھ ہی لیا تھا۔

"نوشیر واں اگر تمہارے دل میں کوئی اور تھا تو تم مجھے صاف کہہ دیتے۔ مجھ پر ترس کھا کر وہ انگوٹھی رکھنے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔" میری سسک پڑی تھی۔

"تمہیں کس نے کہا ہے کہ میرے دل میں کوئی اور ہے۔۔۔۔" وہ گڑبڑایا تھا۔

"بس چھوڑ دو یہ وضاحتیں۔ میں تمہیں بچپن سے جانتی ہوں۔ کوئی ہے جو تمہاری رگ رگ میں سمائی ہوئی ہے۔ کہ تمہیں زمان و مکاں کا ہوش ہی کب ہے۔۔۔" میری نے کہا تھا۔ نوشیر واں بے بسی سے مسکرا دیا تھا۔

"بولو کون ہے وہ؟ میں خود بھیک مانگنے جاؤں گی تمہاری محبت کی اس سے۔ اگر ایسا نہ ہوا تو بہت جلد تم ہوش و حواس کھو دو گے۔۔۔۔" وہ چیخی تھی۔

"یہ سب کچھ معنی نہیں رکھتا وہ کسی اور کی ہے، اسکے نام کے ساتھ محبت کا نام لگا ہوا ہے، وہ معتبر ہے۔۔۔۔" وہ ٹرانس میں تھا۔

"نام بتاؤ مجھے کون ہے وہ۔۔۔۔" سرخ ناک رگڑتی میری بولی تھی۔

"وہ جو کوئی بھی ہے، یہ سب تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔۔۔۔" وہ غصے میں آگیا تھا۔

"میرا مسئلہ ہے، کیونکہ وہ تمہارا مسئلہ بنی ہوئی ہے۔۔۔" میری سسک پڑی تھی۔

"ہمارا مسئلہ محبت ہے میری۔۔۔۔" وہ بھی سسک پڑا تھا۔ دونوں اب زارو قطار رو رہے تھے ، باہر بارش ہو رہی تھی۔ بہار کی پہلی بارش، لیکن لندن اداس تھا۔ بالکل بے رونق، دو پر خلوص لوگ محبت پر آنسو بہا رہے تھے تو موسم خوش کیسے ہو سکتا تھا؟ وہ بھی اداس تھا۔

"بی بی! اب تو خوش ہو نا رونا پیٹنا ڈال کر۔۔۔" وقت نے چڑایا تھا۔

محبت نے بے بسی سے اسے دیکھا تھا۔

"تمہارے طور اطوار ہی یہی ہیں، بعض آئے ہم ایسی دل لگی سے۔۔۔۔" وقت نے جواب نہ پا کر پھر سے بات چھیڑی تھی۔

"ہاں میں کبھی بے بس ہوں تو میں کبھی ظالم ہوں، لیکن میں آفاقی جذبہ ہوں۔۔۔۔" بلآخر جواب آ ہی گیا تھا۔

مجھے پتا ہے محبت سے گھر نہیں چلتا مگر یہ کام مری سانس سے جڑا ہوا ہے۔

دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر رات کو دس بجے ابراہیم نے تحریم کو کال ملادی تھی۔

شندانہ اپنے بیڈروم میں چائے اور اسنیکس لیکر جارہی تھی کہ مسلسل بجتے فون نے اسے متوجہ کیا تھا۔

"بھابھی کا فون ہے شاید۔۔۔"اس نے خود کلامی کی اور آگے بڑھنا چاہا۔لیکن پتا نہیں کس غیر مرئی طاقت نے اس کے قدم روک لیے تھے۔وہ کھلے ہوئے دروازے سے اندر چلی آئی

۔

ٹیبل پر پڑا فون اُٹھایا اور کالر کا نام پڑھے بغیر جھٹ سے کان سے لگالیا۔

"بھابھی فارم ہاؤس ہیں،فون یہاں بھول گئی ہی،میں انہیں فون بھجوادیتی ہوں۔۔۔"شندانہ نے کہا تھا۔

"شندانہ!"ابراہیم نے کس شدت سے پکارا تھا کہ شندانہ کی آنکھوں کے سامنے زمین و آسمان گھومنے لگے تھے،رات روشن ہو گئی تھی،ستارے مانگ میں بھر آئے تھے،گلاب کے رنگ چہرے پر کھل اُٹھے تھے۔اور شاید ناراضگی بھی ختم ہو گئی تھی۔

آج شاید قبولیت کی گھڑی میں ابراہیم کی سن لی گئی تھی کہ وہ شندانہ کی آواز سن رہا تھا۔

شندانہ کی آنکھیں بھر آئی تھیں۔

"نمبر آن کر لینا پلیز۔۔۔۔۔" لفظوں نے جیسے التجا کی تھی۔

شندانہ نے کال کاٹ دی۔ اور سلمٰی کے ہاتھ فون فارم ہاؤس بھجوا دیا تھا۔ اور خود ٹرے لیے بڑی اماں کے کمرے میں آ گئی۔ وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتی تھی۔ لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ محبت بذات خود ایک بہت بڑی کمزوری ہے۔

وہ آئینے میں بہت دیر دیکھنا خود کو

پھر اپنے ضبط پہ تالی بجا کے رو پڑنا

وہ رات گیارہ بجے اپنے کمرے میں آئی تھی۔ جب سب سو گئے تھے۔ اس نے آئینے میں اپنی شکل دیکھی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔

وہ اتنی آسانی سے نہیں مانے گی۔ وہ سمجھتا کیا ہے۔ ایک فون کال اور دو جملوں سے اسے ہرا لے گا۔

"یہ شندانہ نیازی کا دل ہے کوئی عام جگہ نہیں۔۔۔۔" وہ بڑبڑائی تھی۔ اب اپنے آنسو پونچھ رہی تھی۔

"یہ دل اب ابراہیم علی خان کا ہو چکا ہے۔۔۔۔۔" وقت کی سرگوشی بہت بے رحم تھی۔

قصے کہانیوں کی حد تک محبت بہت خوبصورت ہے۔ مگر جب یہ ہوتی تو جان لینے تک کہ در پے آجاتی ہے۔ آسان تھوڑی ہے محبت کرنا۔ نا بھئ بڑے ہی دل گردے کا کام ہے۔ عام سے دل کے بندے کو تو منٹوں میں ہوش و حواس سے بیگانہ کر دے۔ یہ تو ابراہیم علی خان کا جگرا تھا کہ وہ صحیح سلامت روز مرہ کے کاموں کے ساتھ محبت کو ساتھ لیے چل رہا تھا۔ اور محبت بھی وہ جواب عشق کے زینے پر کھڑی ہوئ نظر آتی تھی۔

"سُلگ کے مر جاؤ پر پگھل کر کسی کے پیروں میں گر کر محبت کی بھیک کبھی مت مانگنا۔۔۔"

اس نے شندانہ کے نمبر پر میسج کر دیا تھا، رات بس ختم ہونے والی تھی۔ تو آج بھی بے سود رہا سب۔

"لیکن تمہیں مجھ سے بات کرنی ہو گی شندانہ۔۔۔" وہ ضبط کی انتہا پر تھا۔

"ISI" دنیا کی نمبر ون سیکریٹ ایجنسی۔

پاکستان کے رازوں کی امین۔ دنیا کے زہین ترین دماغوں سے مزین ایک پروفیشنل فورس۔ دنیا نے ان زہین دماغوں سے راز لینے کیلئے خزانے کھول دیئے لیکن انھیں خریدنا ممکن نہیں۔ انہیں صدر ٹرمپ، اوبامہ اور دنیا کی ٹاپ سیکرٹ ایجنسیز تک جانتی ہیں۔

اس کے چیف کو آدھی رات کو بھی پرائم منسٹر، صدر اور آرمی چیف سے ملنے سے نہیں روکا جاسکتا۔

کیوں کے ISI کو پاکستان کے دفاع کی آخری لکیر کہا جاتا ہے۔

"آئی ایس آئی"

انٹر سروسز انٹیلی جنس۔

"مطلب ادارہ برائے بین الاقوامی خبر گیری۔۔"اس کی بنیاد 1948 میں رکھی گئی تھی۔

پاکستان کی حفاظت کو آئی ایس آئی نے ہر طرح سے سرانجام دینے میں کسی قسم کی غفلت نہیں برتی۔ آج اگر پاکستان ایٹمی طاقت ہے۔بہترین میزائل ٹیکنالوجی کا حامل ملک ہے۔یا بہترین دفاعی سازوسامان رکھنے والا ملک ہے یا اگر خود اس ملک کا وجود ہے تو آئی ایس آئی کی وجہ سے ہے۔

آئی ایس آئی کے گمنام سپاہی دنیا کے کس کس ملک میں کہاں کہاں کس روپ موجود ہیں یہ کسی کو نہیں پتا۔لیکن ان کی مثالیں ہمارے پاس کبھی غیر ملکی ٹی وی چینل پر ملتی ہیں۔تو کبھی ان کے اخبارات کی مین سرخیوں میں لکھا ہوا ہوتا ہے کہ فلاں ملک کے اہم ترین اثاثوں کی معلومات چوری ہونے میں پاکستانی ایجنسی آئی ایس آئی کے ہاتھ لگنے کا خدشہ ہے وغیرہ وغیرہ

۔

New Era Magazine

رپوٹس کے مطابق عرب عمارات میں رہنے والے بھارتی اور بنگالی جب وہ کام سے فارغ ہو کر اپنے اپنے ممالک کی خبر لینے کے لیے نیوز چینل لگاتے ہیں تو تین خبریں دوسری ہوتی ہیں ہر چوتھی خبر آئی ایس آئی کے بارے میں ضرور ہوتی ہے۔

تھامس ایرکسن ایک امریکی ملٹری تجزیہ نگار ہے۔اس نے ابھی حالیہ دو کتابیں لکھیں ہیں۔ کتابیں پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ اس نے وہ دونوں کتابیں آئی ایس آئی پر لکھی ہیں۔وہ لکھتے ہے کہ "ہماری الماریوں میں کوئی بھی ایسی کتاب نہیں ہو گی جس میں آئی ایس آئی کا کوئی کارنامہ درج نہ ہو"۔

آئی ایس آئی کے کئی جانبازوں کے اہم کارنامے موجود ہیں۔گمنام کے نام سے مختلف ذرائع سے پڑھنے کو ملتے رہتے ہیں۔ لیکن مرحوم سلیم عباس کے رسالے اور سید زید حامد زمان کی کتابیں ان گمنام مجاہدوں کے ان گنت قصوں سے بھری ہوئی ملیں گی۔اس کے علاوہ روس کے دور میں افغان وار کے ہیرو کرنل امام کی کتاب "آہن پوش" بھی ہمارے ان مجاہدوں کے کارناموں سے مزین ہے۔
آآئی ایس آئی کے مجاہدوں کو بند کمروں میں اعزازات سے نوازا جاتا ہے۔انہیں کوئی نہیں جا نتا ہے۔

آئی ایس آئی میں آپ خود نہیں جاتے۔ بلکہ آپکو خود چنتی ہے۔ سو طلحہ کو بھی چن لیا گیا تھا۔
اسے کچھ عرصہ ٹریننگ کے لیے جانا تھا اور پھر وہاں جہاں اسے ایجنسی بھیجتی۔
خاور اور ابراہیم کو لیفٹیننٹ کرنل کا رینک مل گیا تھا۔ وہ تینوں خوش تھے۔ مگر جدا ہونے کی اداسی تھی۔

"تیری آواز میرا رزق ہوا کرتی تھی
تو مجھے بھوک سے مارے گا, معلوم نہ تھا"
ابراہیم نے آج پھر ایک میسج کر دیا تھا۔ دوسری جانب طویل خاموشی تھی۔
"لگتا ہے کوئی نا قابل معافی جرم ہو گیا ہے مجھ سے۔۔۔" وہ بڑبڑایا تھا۔
"تم سے کوئی جرم نہیں ہوا، یہ محبت بذات خود ایک بہت بڑا جرم ہے۔ اس میں جب دونوں طرف سے اقرار ہو جاتا ہے تو یہ اپنے حصار میں قید کر لیتی ہے۔ تم کہاں حصار میں آنے والے تھے! تمہارے ہاتھ پاؤں تو کہیں اور بندھے ہیں۔۔۔" جدائی نے لب کھولے تھے۔
"لیکن یہ جائز ہے مذہب میں۔۔۔۔" دل پھر سے تاویل گڑھ لایا تھا، اور کیا لاجواب گڑھ لایا تھا۔

"فقط دو ہی دانوں پر مشتمل یہ تسبیح محبت ہے

جو آئے تیسرا دانا یہ تسبیح ٹوٹ جاتی ہے"

شندانہ نے نہ چاہتے ہوئے آج فون آن کر لیا تھا۔ اور ابراہیم کے بھیجے ہوئے میسجز کے جواب میں فقط یہ شعر بھیجا تھا۔

ابراہیم شاید مصروف تھا تو جواب فوراً نہیں آیا تھا۔

تحریم بھابھی سے پتا چل چکا تھا کہ ابراہیم کی پروموشن ہو چکی تھی۔ وہ دل سے خوش ہوئی تھی۔ اور اس بات کی مبارک باد دینا چاہتی تھی، وہ کافی دیر انتظار کرتی رہی جواب نہ آیا تو پینٹنگ بنانے بیٹھ گئی تھی۔

اس نے جو پینٹنگ بنائی تھی، اس کا منظر دل کھینچنے والا تھا۔

ایک لڑکا اور لڑکی دو مختلف راستوں پر جا رہے تھے، اور جہاں راستہ مل رہا تھا وہاں دو دل نیچے زمین پر روندے ہوئے پڑے تھے۔

چار گھنٹے کی لگاتار محنت کے بعد یہ شاہکار بن پایا تھا۔

لڑکی نے آف وائٹ جوڑا پہن رکھا تھا اور لڑکے نے سی گرین، وہی رنگ جو ابراہیم اور شندانہ نے اوڑھ رکھے تھے جب وہ سفینہ لاج گئی تھی۔

وہ جانتی تھی کہ ابراہیم کی چاہت سچی تھی، وہ یہ بھی جانتی تھی کہ اسے ابراہیم سے بڑا عشق ہو گیا تھا، لیکن پھر وہ یہ بات بھی جانتی تھی کہ ہما ایک حقیقت تھی۔ ان دونوں کے بیچ اور تلخ

حقیقت۔ اور سب سے بڑی مخالفت تو دونوں کے خاندان کرتے، اب تو رشتہ بھی سسرالی بن چکا تھا تحریم اور یاور کی وجہ سے۔ بے بسی سی بے بی تھی، بے ہنگم خیالات تھے اور لمحہ بہ لمحہ سکڑتا ہوا دل تھا۔

حسب معمول ڈیجیٹل کیمرے سے ایچ ڈی تصویر بنائی اور پھر واٹس ایپ اور سوشل میڈیا پر ڈال دی تھی، ابراہیم مصروف تھا اس لیے فی الحال کوئی جواب نہیں دے رہا تھا۔ شندانہ نے نمبر آن ہی رکھا تھا۔

ریاض اتنے دنوں سے بڑی اماں سے اپنی اور روزی کی شادی کی بات کرنا چاہ رہا تھا، لیکن کر نہیں پایا تھا۔ آج موقع ملا تو کر بات کر لی تھی۔ بڑی اماں نے اسی جمعہ کو نکاح کرنے کا بولا تھا۔ وہ تو خوشی سے پاگل ہو گیا تھا۔

"چلیں اب ایک کے بعد دوسری شادی، اللہ خیر سے خوشیاں لائے۔۔۔" شایان نیازی بولے تھے۔

"ہاں کیوں نہیں، اب روزی کے بعد سلمٰی کی ہو جائے تو جوان بچیوں کی فکر اترے۔۔۔" بڑی اماں بولی تھیں۔

"پتا نہیں میں شندانہ کو کیسے رخصت کروں گا۔۔۔" شایان بولے تھے۔

"میاں جیسے ہم رخصت ہو کر آئے، جیسے تمہاری بیگم رخصت ہو کر آئی بالکل ویسے۔۔۔" بڑی اماں اپنے تخت پر براجمان تھیں۔

"مطلب لاڈلی اکلوتی بیٹی کو رخصت کرنا جان جوکھوں کا کام ہے۔۔۔" انہوں نے وضاحت کی تھی۔

"ہاں یہ تو ہے، خواہش تو میری بھی تھی خیر بچوں کی مرضی، بس اللہ تبارک وتعالیٰ جلدی سے سبب بنائے۔ شندانہ کی طبیعت مجھے ہولائے رکھتی ہے۔۔۔" وہ بولی تھیں۔

"دوسری گلہ لائی ہے، ایک تل تک کا فرق نہیں ہے۔۔۔۔" انہوں نے لہجے میں محبت سموتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں اس لیے تو میں اس کے نصیب سے زیادہ اس کی عمر کے بارے میں فکر مند رہتی ہوں۔ اللہ اسے خوشیوں بھری صحت سے مالامال لمبی عمر عطا کرے۔۔۔۔" انہوں نے صدق دل سے دعا دی تھی۔

"آمین۔۔۔۔" وہ بولے تھے۔

"آہو تو نکاح ہے اس جمعہ۔۔۔۔۔" سلمٰی نے روزی کو چڑایا تھا۔

"ہاں اڑا لے مزاق میری بے بسی کا۔۔۔۔" وہ چڑ گئی تھی۔ وہ جب سے ماسی کی گھر سے واپس آئی تھی۔ نیازی منزل میں آمدورفت کم کردی تھی۔ وہ تحریم کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ اس کی غیر موجودگی میں بالکل غیر محسوس انداز میں کام انجام دے کر آجاتی تھی۔ وہ کم از کم ریاض سے شادی تک ایسے رہنا چاہتی تھی۔ اس کے بعد وہ ریاض کو بہانے سے کہیں اور

لے جائے گی۔ جہاں اس تحریم کا نام ونشان بھی نہ ہو۔ اگر محبت میں محبوب نہ بھی ملے تو برداشت ہو جاتا ہے، مگر محبت میں رقیب کسی طور برداشت نہیں ہوتا ہے۔

بعض لوگ آپکا کمفرٹ زون ہوتے ہیں۔ جو پاس ہوں تو بس سکون مل جاتا ہے دل ہر خدشے سے آزاد ہو جاتا ہے۔ جن کے لیے "نا" کا لفظ زبان پر نہیں آتا ہے۔ جو ایک لفظ سے آپکو خرید لیتے ہیں۔ ایسے لوگ بہت کم ملتے ہیں۔ لیکن وہ مل جائیں تو زندگی جنت بن جاتی ہے۔

خاور کے لیے وہ کمفرٹ زون علینہ تھی۔

سب نے مبارک باد دی تھی۔ لیکن اس کے دو لفظی میسج نے تو دل کو سرشار کر دیا تھا۔ کامیابی کی خوشی ادھوری تھی۔ جب تک علینہ نے مبارک باد نہیں دی تھی۔

"شکریہ۔۔۔" خاور نے ٹائپ کیا تھا۔

علینہ نے مسکراتا ہوا ایموجی بھیجا تھا۔

"...He has something which can't be explained in words"

اس نے سوچا اور سر جھٹک کر مسکرا دی۔ لیکن یہ خیال ایسا تھا جو سر جھٹکنے پر پیچھے چھوڑنے والا نہیں تھا، یہ تو جان سے چمٹنے والا تھا۔

خاور نے ایموجی دیکھا، اور مسکرا دیا تھا۔ محبت پاکیزہ تھی۔ اور ایسی تھی کہ علینہ کے دل میں گھر کرنے لگی تھی، آہستہ آہستہ کسی حکیم کی جڑی بوٹیوں سے تیار شدہ دیسی دوا کی طرح۔ وہ محبت جو اخیر تک رہنے والی تھی، جو وقتی نہیں تھی اور جو سستی تو بالکل بھی نہیں تھی۔

"بس اب یہاں کمی رہ گئی تھی جو تم نے اپنے پاؤں ادھر بھی گھسا لیے۔۔۔"وقت کو غصہ آیا تھا۔

"ہاں تمہیں اس سے کیا تکلیف ہے؟"سامنے سج دھج سے کھڑی محبت کا سوال تکلیف دہ تھا۔

"کیونکہ مجھے ان انسانوں سے ہمدردی ہے۔۔۔"وقت نے سرگوشی کی تھی۔

سمل کی طبیعت دو دن سے خراب تھی۔ آج تو تیز بخار تھا۔وہ بستر کی ہو کر رہ گئی تھی۔اسی اثناء میں اسٹیٹس دیکھے۔

رضا نے ابراہیم اور خاور کی تصاویر لگا کر ان کو مبارکباد دی ہوئی تھی۔

"طلحہ کی پروموشن نہیں ہوئی کیا؟؟"سمل نے پوچھا تھا۔

"اسے ایجنسی میں بھیج دیا گیا ہے۔۔۔"رضا بولا تھا۔

"اچھا تو کہاں جائے گا وہ اب۔۔۔۔"سمل کو تجسس ہوا۔

"بی بی یہ لو نمبر اور خود ہی اسے پوچھ لو۔۔۔"رضا نے نمبر بھیج دیا تھا۔

"تم تو ہو ہی بدتمیز۔۔۔"سمل جھنجھلا گئی تھی، چہرہ سرسوں کا پھول بنا ہوا تھا۔"اچھا ابراہیم اور خاور کا بھی بھیج دو نمبر۔۔۔۔"سمل نے ٹائپ کیا تھا۔

"کیوں؟وہ دونوں تو کمیٹڈ ہیں۔۔۔"رضا نے بتایا تھا۔

"شٹ اپ۔۔۔"سمل نے غصے والے ایموجی بھیجے تھے۔

رضا نے خاور اور ابراہیم کے نمبر بھی ٹیکسٹ کر دیئے۔

سمل کے لبوں پر مسکان چھا گئی۔

"فوجی منڈا۔۔۔"رضا کا یہ لفظ سماعتوں میں پھر سے رس گھولنے لگا تھا۔

اگلے ہفتے سے وہ تینوں جدا ہو جانے تھے۔پھر پتا نہیں کب ساتھ رہنے کا موقع ملتا۔ پی۔ایم۔اے کاکول سے لیکر اب تک وہ ساتھ ہی رہے تھے،دنوں کا نہیں سالوں کا ناطہ تھا، خون کا نہیں دوستی کا رشتہ تھا۔ذات کا نہیں دل کا رشتہ تھا۔جانے کب ان کی ٹرائینگل بنی تھی اور کب ان کا رشتہ جسموں سے روح میں ڈھلا تھا۔اپنے آپ میں مگن رہنے والا ابراہیم، لاپرواخاور اور خوش اخلاق طلحہ۔مختلف علاقوں سے مختلف پس منظر سے تعلق رکھنے والے ملیٹری اکیڈمی میں ایک ہو گئے تھے۔ایک چیز جو تینوں میں مشترک تھی وہ یہ تھی کہ وہ تینوں آرمی بریٹ نہیں تھے۔بلکہ ان کے خاندانی پس منظر میں دور دور تک کوئی آرمی میں نہیں تھا۔شاید یہی چیز ان میں Common تھی۔جس کی وجہ سے وہ قریب آ گئے تھے۔ جیسے محبت ایک آفاقی جذبہ ہے،ویسے ہی دوستی بھی تو ہے۔وفادار دوست دنیا میں انسان کی قیمتی ترین متاع ہے۔دوستی یہ خون سے اور دل سے بھی آگے کا رشتہ ہے،ایسا جذبہ ہے جس کو بیان کرنے کے لیے الفاظ ناکافی ہیں۔

وہ تینوں ٹیبل کے گرد خاموش بیٹھے تھے۔بالکل ساکت،گھر میں پن ڈراپ سائیلنس تھی۔

"اب بول بھی چکو کچھ۔۔۔" خاور نے زبان کھولی تھی۔

"باقی کچھ نہیں، مجھے صرف یہ ہے کہ میں تم لوگوں سے بات کیے بغیر کیسے رہوں گا۔ اکثر مشن پر فون رکھنے کی سرے سے اجازت ہی نہیں ہوتی ہے۔۔۔۔" طلحہ نے کہا تھا۔

"ہم کوئی تیری دو کم عمر گرل فرینڈز ہیں جن سے بات کیے بغیر تیرا گزارا نہیں ہو گا۔۔۔" ابراہیم نے کہا اور قہقہوں کی برسات ہو گئی۔

"تم کبھی کبھی پی سی او سے کر لینا ہمیں، ہم 24 گھنٹے نمبر آن رکھتے ہیں۔ جب بھی تجھے چھٹی ملے گی ہم تینوں پروگرام بنالیں گے۔۔۔" خاور نے حل پیش کیا۔

"ہو سکتا ہے ہم کبھی اب مل ہی نہ سکیں، شہادت ہمارا انتظار کر رہی ہو۔۔۔" ابراہیم نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

"شہادت تو ضرور ملے گی اگر نصیب میں لکھی ہوئی ہو تو۔۔۔" خاور بولا تھا۔

"پر ہمیں ایک ساتھ نصیب ہو۔۔۔" طلحہ نے کہا تھا۔

"آمین ثم آمین۔۔۔۔" کمرے میں یہ الفاظ گونجے تھے۔

یہ کیسی مخلوق پائی جاتی ہے پاکستان میں، جن کے جذبے ہی جدا ہیں۔ جن کا جینا مرنا مٹی ہے۔ یہ دنیاوی خواہشات سے اوپر کے معاملے ہیں، چند ہزار کے لیے کوئی جان کیسے دے سکتا ہے۔ یہ مٹی سے عشق ہے جو جذبہ جہاد جوانوں کے خون میں شامل ہے۔ اس کے آگے خاندان، پیسہ، دوستی، محبت اور عیش و آرام سب ہیچ ہے۔ یہ دراصل مٹی کی کشش ہے۔ اور اس کی کشش ثقل ایسی ہے کہ بندہ اسکے لیے سب کچھ چھوڑ سکتا ہے۔ بھلا چند ہزار کے لیے

کون جان دے سکتا ہے؟ یہ تو عشق کے سلسلے ہیں، جو مجاہد ان وطن کے سینے میں پنہاں ہیں۔ ایک وردی بندے کو پورا بدل دیتی ہے۔ پھر شہادت حاصل کرنا زندگی کی سب سے بڑی خواہش بن جاتا ہے۔

لاہور ڈیفنس میں آئیں تو سمین آپا اور عون بھائی کے گھر ہلچل تھی۔

مظاہر آفندی اور سائرہ بیگم سرشام ان کے ہاں چلے آئے تھے۔

"بس بہت اچھا کیا آپ نے جو چلے آئے، بہت یاد آرہی تھی۔۔۔۔" سمین بہت خوش تھیں۔

"ہما کی شادی کے بعد دل پاکستان میں ہی اٹکا رہتا ہے، خیر سارے معاملات نپٹانے تھے ،وقت تو لگنا ہی تھا۔ اب تو الحمد اللہ فارغ ہو گئے ہیں، اب پاکستان گھوما کریں گے۔۔۔" مظاہر آفندی بولے تھے۔

"بیرون ملک ہو انسان تو لاپرواہی کر جاتا ہے، چلیں اپنے ملک میں خوشی غمی پر ملنا ملانا تو ہو ہی جاتا ہے۔۔۔" عون بولے تھے۔

"بچے آنے ہی نہیں دے رہے تھے، مگر پھر ابراہیم کی پروموشن کی خبر ملی تو آنا پڑا۔ ہم چاہ رہے تھے کہ اس کی پوسٹنگ سے پہلے اسے بالمشافہ مبارکباد دے دی جائے۔۔۔" سائرہ بولی تھیں۔

New Era Magazine

"ہاں جی صبح بات ہوئی تھی میری، میں نے اسے کہا تھا کہ مل کر جائے گا مجھ سے۔ہم لوگ پچھلے دنوں گئے ہیں تو میرا اب چکر لگانا مشکل ہے۔۔۔۔۔" سمین بولی تھیں۔

"ہما بہت خوش ہے، میری ممانی سے بات ہوئی تو کہہ رہی تھی کہ اگر شہر میں ہوتی ہے پو سٹنگ تو وہ ساتھ جائے گی۔۔۔۔" عون بولے تھے۔

"اللہ کرے ایسا ہو۔۔۔۔" سائرہ بولی تھیں۔

"آمین ثم آمین۔۔"سب نے کہا تھا۔

اسلام آباد میں بہار بہت خوبصورت بن کر اتری تھی۔

فرحین چونکہ پڑھائی وغیرہ سے فارغ تھی تو آئے دن باہر نکل جاتی تھی۔اس کے والدین کا تعلق چاہے وادی سے تھا مگر وہ پلی بڑھی شہر میں تھی۔اسے شہر سے زیادہ گاؤں دلچسپ لگتے تھے۔اور خانپور سے جب آئی تھی، وہاں کی مداح ہو گئی تھی۔

آف وائٹ شان سے کھڑی سفینہ لاج اور وہاں کے لوگوں کی آپس میں محبت، یہ سب فلموں کہانیوں میں دیکھتی آرہی تھی۔مشاءاللہ سے بڑی فیملی اور ان کا آپس میں اتفاق و اتحاد فرحین کا دل بہت لبھاتا تھا۔اور اب تو اس نے آنکھوں دیکھا تھا، ملتان کے علاقے سے اسے محبت سی ہو چلی تھی۔ویسے اتفاقاً شہر محبت کے تمام کردار یہیں ملتان میں ایک دوسرے سے ٹکرائے تھے۔

ملتان شہر محبت بن چکا تھا۔ خانپور بھی تو ملتان کے گردونواح میں ہی تھا۔ لیکن پتا نہیں فرحین کی محبت کہاں تھی؟؟

تحریم سے اس نے پکی دوستی گانٹھ لی تھی۔

اسلام آباد میں رات بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ستاروں سے اٹا آسمان خوش کن کہانیاں سنا رہا تھا۔

"شندانہ کی بچی کہاں غائب ہو کوئی اتا پتا ہے تمہارا۔۔۔" فرحین نے میسج کیا تھا۔

"ہم وہاں ہیں، جہاں سے ہم کو بھی کچھ ہماری خبر نہیں آتی۔۔۔"شندانہ کا جواب فوراً آیا تھا۔

"توبہ ہے لڑکی شاعرہ ہو گئی ہیں آپ، خیریت۔۔۔۔۔۔"

یہاں زندگی کا تماشہ جاری ہے

تم خیر کی بات کرتے ہو

شندانہ نے پھر ایک شعر بھیجا تھا۔

"توبہ۔۔۔" فرحین بڑبڑائی اور کچھ ٹائپ کرنے لگی تھی۔

یہاں کالام میں آئیں تو وادی پر سکون تھی۔ طلحہ گھر والوں کو بتا چکا تھا کہ وہ ایجنسی میں چلا گیا ہے۔باقی سب نے تو خوشی کا اظہار کیا پر بے بے خوش نہیں تھیں۔پانچ بچوں کی ماں ہونے کے باوجود طلحہ ان کا سب سے لاڈلا بیٹا تھا۔

اور اب جب اسفندیار نے کہا تھا کہ اپنے دل کو مضبوط کرنا ہو گا۔ کئی کئی مہینے طلحہ سے رابطہ نہیں ہو پائے گا۔ بے بے کا دل کمزور ہو چلا تھا۔

"بس اب میں اس کی شادی کروں گی۔۔۔۔۔" وہ اسفندیار سے بولی تھیں۔

"ہاں ضرور، لیکن بے بے وہ شادی اپنی مرضی سے اور شہر میں کرے گا، اس نے یہ بتایا تھا مجھے۔۔۔۔" براؤن جوڑے میں ملبوس گورے چٹے اسفندیار نے لب کشائی کی تھی۔

بے بے نے غصے سے اپنے خوبرو بیٹے کو دیکھا تھا۔

"ہاں اور تو نے اسے شہہ دی ہو گی اسفند خاناں۔۔۔" بے بے کا لہجہ ترش ہوا تھا۔

"جوان خون ہے، اور جہاں میرا بھائی خوش میں بھی وہاں راضی ہوں۔۔۔۔" اسفندیار نے کہا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔

بے بے کا چہرہ کسی گہری سوچ میں تھا۔ وہ طلحہ کی شادی یہیں کہیں کرنا چاہتی تھیں۔ شندانہ تو انہیں اور سب گھر والوں کو بہت پسند آئی تھی۔ لیکن طلحہ اٹک گیا تھا کہ وہ اسے بہن کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ بیوی وادی میں سے ہو گی تو ہی طلحہ یہیں سے بندھا رہے گا۔ ورنہ وہ تو شہر کا ہو جائے گا۔ بس یہی سوچ تھی جو بے بے کو پریشان کر رہی تھی۔ گوری دمکتی رنگت غصے کے باعث اب سرخ تھی۔

ابراہیم کی پروموشن نے ہما کے اندر نئے سرے سے امید کے چراغ جلا دیئے تھے۔ اسکی طبیعت اب بہتر رہتی تھی۔

"میں ابراہیم کے ساتھ ضرور جاؤں گی۔۔۔"اس نے سوچا،اور نیند کی وادیوں میں کھو گئی تھی

۔

"کیا وہ تمہیں ساتھ لے جائے گا۔۔۔۔۔"وہ ساحرہ آج گلابی جوڑے میں ملبوس تھی۔آ نکھوں میں بھر بھر کا جل ڈالے وہ غصے سے ہما کو تک رہی تھی۔

"تم کون ہو۔۔۔۔؟"ہمانے گھبرا کر پوچھا تھا۔

"ابراہیم کی محبت۔۔۔۔۔"اس کا لہجہ کھنکھتا ہوا تھا۔

"یہ جھوٹ ہے،تم مجھے ڈرانے کیوں آجاتی ہو۔میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔۔۔"ہما کو غصہ آ گیا تھا۔

اس ساحرہ نے گہری نظروں سے ہما کو دیکھا اور پھر پہاڑوں کے درمیان غائب ہو گئی تھی۔

ہما کی آنکھ کھل گئی تھی۔ایک خواب کا بار بار آنا یہ کس طرف نشان دہی کر رہا تھا۔

"کیا واقعی ابراہیم کے دل میں کوئی اور تھا؟؟؟؟"یہ خیال نہیں ایک تیر تھا جو ہما کے دل میں پیوست ہو گیا تھا۔وہ پانی کا گلاس پی کر بیڈروم سے باہر چلی آئی تھی۔وہ پہلی بار ابراہیم اور اپنے رشتے کا جائزہ لے رہی تھی۔اور اسے مجبور بھی خوابوں نے کیا تھا۔یہ محبت آخر کیا چیز تھی۔جو آکسفورڈ کی گریجوئیٹ لڑکی کو وہمی بنا رہی تھی۔ہما "Science of dreams" کی "theory" پر کبھی یقین نہیں رکھتی تھی۔مگر وہ اب سوچ رہی تھی۔

"سیما کو بتاؤں گی میں۔۔۔"وہ بڑبڑائی اور کچن میں کچھ کھانے چل دی تھی۔

سفینہ لاج میں پر سرار خاموشی چھائی ہوئی تھی، تقدیر کے فیصلے اٹل تھے۔ اور کئی دفعہ دعائیں بھی عرش پر کسی اور وقت کے لیے محفوظ کر لی جاتی ہیں۔ شاید ابراہیم ہما کی وہی دعا تھا۔

سمل کی رات دو بجے آنکھ کھلی تو وہ کچن میں کافی بنانے چلی آئی تھی۔

اس بخار سے سمل کو بہت چڑ تھی۔ وہ ایک جگہ پر نہ بیٹھنے والی لڑکی تھی۔ لیکن یہ بخار بستر سے لگا ہی دیتا تھا۔ اوپر سے گھر والوں کی مشکوک سرگرمیاں جاری تھیں۔

"پتا نہیں یہ لوگ مجھے جینے کیوں نہیں دیتے۔ مجھ معصوم، بیچاری اور غریب نے ان کا بگاڑا کیا ہے۔۔۔" وہ کافی پھینٹتے ہوئے بڑبڑائی تھی۔

"آپ کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔۔۔۔" امی تیکھے تیور لیے اسے گھور رہی تھیں۔ وہ شاید سمل کو چیک کرنے گئی تھیں اور اسے کمرے میں نا پا کر کچن چلی آئی تھیں۔

سمل کو اب کوئی جگہ نہیں مل رہی تھی جہاں وہ منہ چھپاتی۔

نیازی منزل میں صبح ہو چکی تھی۔ اپریل شروع ہونے والا تھا تو موسم خوشگوار ہو چلا تھا۔

سیڑھیوں سے اوپر تحریم اور یاور کے بیڈ روم میں آئیں تو یاور ابھی نماز ادا کر کے آیا تھا۔ تحریم کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر اٹھانے کے باوجود فرق نہیں پڑا تھا۔ وہ گہری نیند میں تھی۔

"تحریم اُٹھو اور مجھے ناشتہ بنا کر دو۔۔۔۔"یاور نے تحریم کو جھنجھوڑا تھا۔یہ کوئی جملہ نہیں ایٹم بم تھا جو تحریم کی سماعت سے ٹکرایا تھا۔

"کیاااااا۔۔۔؟"وہ اُٹھ بیٹھی تھی۔

بلیک کاٹن کی شلوار قمیض میں ملبوس یاور اب بال سلجھا رہا تھا۔

"ہاں جی،بس مجھے تمہارے ہاتھ کا ناشتہ چاہیے آج۔۔۔۔"یاور مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

تحریم کو پہلی بار اس کی مسکراہٹ زہر لگی تھی۔

"اچھا لنچ میں کچھ بنا دوں گی،اب تو آپ کوک سے بنوا لیں۔۔۔۔"تحریم نے جمائی لیتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں،کہاں تمہارے ان خوبصورت ہاتھوں کا بنا ہوا ناشتہ اور کہاں کوک،کوئی مقابلہ نہیں ۔۔۔۔"وہ اب سیاہ کوٹ پہن رہا تھا۔

"اچھا ٹوسٹ اور انڈہ۔۔۔۔۔۔"تحریم واش روم کی جانب جاتے ہوئے بولی تھی۔

"نہیں آملیٹ پراٹھا اور ساتھ میں چائے۔۔۔"یاور نے مسکرا کر کہا تھا۔

"اللہ یہ شخص۔۔۔۔"تحریم ٹھنڈے پانی کے چھپاکے مارتے اپنے حواس کو جگانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

"میں بڑی اماں کے پاس ہوں، جب ناشتہ تیار ہو جائے تو مجھے بلا لینا۔۔۔" یا ور کہہ کر چلا گیا تھا۔

"شادی شدہ زندگی میں خوش آمدید پیاری۔۔۔۔۔"۔وقت نے مسکرا کر کہا تھا۔

تحریم کو کپڑے تبدیل کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔وہ جو اپنے کمرے سے ڈرائنگ روم میں بھی سج دھج کر جاتی تھی اب شکنوں پڑے جوڑے کے ساتھ کچن میں تھی۔یہ شکر تھا کہ اسے گزارے لائق کھانا بنانا آتا تھا۔علینہ کی طرح کچن سے بالکل نابلد نہیں تھی۔

ابراہیم دو دن بعد آج آن لائن ہوا تھا۔شندانہ کے میسج سرفہرست تھے۔اس کے لبوں پر مسکان سج گئی جب شعر پڑھا تھا۔

"مکمل دو ہی دانوں پر یہ تسبیح محبت ہے

جو آئے تیسرا دانہ یہ تسبیح ٹوٹ جاتی ہے"

اچھا ذوق ہے وہ بڑبڑایا تھا۔

"مقرر وقت ہوتا ہے محبت کی نمازوں میں

ادا جن کی نکل جائے قضا بھی چھوٹ جاتی ہے"

اس نے فوراً ٹائپ کیا تھا،

وہ آن لائن نہیں تھی۔

اس نے شندانہ کی ڈی پی کھولی تھی۔

سامنے منظر نے یکدم دل ساکت کر دیا تھا۔

"یہ قیمتی دل راستوں پر روندے جانے کے لیے مالک نے تخلیق نہیں کیے ہیں۔۔۔" ابرا ہیم نے پھر میسج بھیجا تھا۔

کوئی جواب نا پا کر اس نے کال ملائی تھی۔

دوسری طرف کال جا رہی تھی، مگر نمبر کسی نے نہیں اُٹھایا تھا۔

بڑی اماں کے کمرے میں جاتے یاور نے شندانہ کا دروازہ ناک کیا تھا، وہ لاک نہیں تھا کھل گیا تھا۔

"شندانہ تم بھی اُٹھ جاؤ صبح ہو گئی ہے۔۔۔" وہ بولا تھا۔

سر تک لحاف میں گھسی شندانہ نے پہلو بدلا تھا۔

شندانہ کے فون پر کال آنے لگی تھی۔

"اتنی صبح کس کا فون ہے خیریت ہو۔۔۔"

یاور نے دیکھا نمبر انجان تھا، اس نے اُٹھا لیا تھا۔ اگر کسی نام سے کال ہوتی تو وہ کبھی نہ اُٹھاتا۔ اس کے ذہن میں تھا، کہ شاید کوئی رانگ نمبر ہو۔ شندانہ گہری نیند میں تھی کہ مسلسل بجتی گھنٹی بھی اس کی نیند میں خلل نہیں ڈال سکی تھی۔

یاور نے فون آن کر لیا تھا۔

"ہیلو۔۔۔۔" وہ بولا تھا۔

دوسری طرف آنکھیں بند کیے ابراہیم کے حواس جاگ اُٹھے تھے۔

جاری ہے

نوٹ

گلاب رت کے حسین چہرو کے بعد اپنی رائے سے ضرور آگاہ کریں۔ نظرِ ثانی کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنایا گیا ہے کہ کسی قسم کی غلطی نہ ہو اگر پھر بھی کوئی غلطی رہ گئی ہو تو اس کی نشاندہی ضرور کریں تاکہ ہم اس کو بہتر کر سکیں۔

تعاون کا طلبگار

ادارہ (نیو ایرا میگزین)

New Era Magazine